اسلم میر☆

قرآنی علمیات، یہودیوں کا کتمانِ حق اور مسئلہ ذبیح

جناب پروفیسر میاں انعام الرحمٰن میرے چند پسندیدہ لکھنے والوں میں سے ہیں۔ میں ان کی فکرانگیز تحریروں کا بے تابی سے انتظار کرتا ہوں، اگرچہ بعض اوقات ان کی تحریر کی تیزی وتندی کھلتی ہے۔ ان کے بعض استدلالات سے اختلاف کے باوجود میں ان کا مداح ہوں۔ ایسی ہی ایک فکرانگیز تحریر ''قرآنی علمیات اور معاصر مسلم رویہ'' کے زیرعنوان الشریعہ کے جنوری ۲۰۰۶ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے بعض مندرجات سے اتفاق نہ ہونے کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ انعام الرحمٰن صاحب نے اس میں بعض بہت ہی لطیف نکات اور سوالات اٹھائے ہیں۔

میں یہاں اس تحریر کے پہلے حصے سے جو ''قرآنی علمیات'' سے متعلق ہے، تعرض نہیں کروں گا۔ اس حصے میں انعام صاحب نے سورۃ بقرۃ کے بعض اجزا کی جو تشریح کی ہے، وہ میرے خیال میں سورۃ بقرۃ کے مجموعی نظم اور سیاق وسباق سے لگا نہیں کھاتی، تاہم اس کو چھیڑنے سے بحث اپنے موضوع سے ہٹ جائے گی۔ ان سطور میں، میں انعام صاحب کے مضمون کے صرف دوسرے حصے یعنی 'ذبیح کون ہے؟' کو موضوع بحث بناؤں گا۔

(۱) انعام صاحب یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ 'ذبیح کون ہے؟' کی بحث کا بنیادی محرک کیا ہے؟ کیا اس سے قرآن کے کسی حکم کا فہم مطلوب ہے؟ کیا یہ بحث کیے بغیر قرآنی منشا مستور رہتی ہے؟

میرے خیال میں ذبیح اور اسی ضمن میں مروہ اور موریا، بیت اللہ اور بیت ایل کی بحث قرآن کی بعض آیات اور خاص طور پر سورہ بقرۃ کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھنے کے لیے نہ صرف مفید بلکہ ناگزیر ہے اور اس سلسلے میں امام فراہیؒ کی تحقیق ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ سورۃ بقرۃ اور قرآن کی بعض دیگر آیات کی تفہیم کے لیے یہود کی تحریفات اور کتمان حق کا پردہ چاک کرنا ضروری ہے۔ اگر ان تحریفات اور کتمان حق کا پس منظر قرآن کے قاری کے ذہن میں نہ ہو تو وہ نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ جل شانہ یہود پر حق کو مسخ کرنے اور چھپانے کا الزام بار بار کیوں عائد کرتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے بارے میں ان کے حاسدانہ رویے پر ان کو اتنی سختی سے کیوں مخاطب کرتے ہیں۔ کم از کم میرا ذاتی تجربہ تو یہی رہا ہے۔ میں تقریباً گزشتہ ڈھائی سال سے سورۃ بقرۃ کا انتہائی غور سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ جب تک میں نے یہود کی تحریفات اور کتمان حق کی

☆aslammir@gmail.com

اصل حقیقت اور پس منظر کو نہیں سمجھ لیا تھا، مجھے سورۃ بقرۃ کی بہت سی آیات کو سمجھنے میں سخت مشکل پیش آ رہی تھی۔

قرآن مجید یہود کے کتمانِ حق اور کتمانِ شہادت کا ذکر بار بار کرتا ہے (سورۃ بقرۃ ۴۲، ۷۵، ۱۴۰، ۱۴۶، ۱۷۶، ۱۵۹۔ المائدہ ۱۳۰، ۱۵) اور انھیں 'البینات والھدیٰ' (البقرۃ ۱۵۹) کو چھپانے کا مجرم ٹھہراتا ہے۔ قرآن مجید اس کتمان کی تفصیل بیان نہیں کرتا، لیکن یہ ضرور بتاتا ہے کہ ان کے اس کتمان کا تعلق ان کی کتابوں میں موجود واضح حقائق ہی سے ہے۔ (البقرۃ ۱۴۰، ۱۵۹)

ذیل میں، میں سورۃ بقرۃ میں یہود کے کتمانِ حق کے حوالے سے موجود اشارات کا تجزیہ کروں گا۔

البقرۃ آیت ۱۲۴ میں حضرت ابراہیمؑ کی ابتلاؤں اور آزمائشوں کا ذکر ہے۔ ان آزمائشوں میں سے کھلی اور واضح آزمائش (البلاء المبین) بیٹے کی قربانی تھی۔ (الصافات، ۱۰۶) اللہ تعالیٰ نے ان آزمائشوں کے اختتام پر حضرت ابراہیمؑ کو 'اماما للناس' بنانے کی خوشخبری دی۔ (البقرۃ، ۱۲۴) حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں بھی یہ امامت جاری رکھنے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ میرے اس عہد میں ظالمین شامل نہیں ہو سکتے۔ (البقرۃ ۱۲۴) یعنی آپ کی اولاد میں سے ظالم لوگ امام نہیں بن سکتے۔ البقرۃ آیت ۱۴۵ میں کتمان شہادت کرنے والوں کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ کتمان شہادت کے مجرم یہود اور نصاریٰ، دونوں ہیں۔ مزید برآں 'شھادۃ عندہ من اللہ' کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شہادت اور حق ان کی کتابوں میں موجود ہے۔

البقرۃ کی آیات ۱۲۴ اور ۱۴۰ کو ملانے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے کتمان شہادت کرنے والے ظالم ہیں اور امامت ناس کے اہل نہیں۔ اسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ تحویل قبلہ کی صورت میں (آیت ۱۴۲) اس ظالم اولاد (یہود و نصاریٰ) سے امامت کا منصب واپس لے کر امت وسط یعنی حضور ﷺ کے پیروکاروں (آیت ۱۴۳) کو سونپ رہا ہے۔

آیت ۱۲۴ میں ابراہیمؑ کی قربانی اور آزمائشوں کے ذکر کے بعد آیت ۱۲۵ اور بعد میں آنے والی آیت میں بیت اللہ کے ذکر سے میرے خیال میں یہ بتانا مقصود ہے کہ ابراہیمؑ کی قربانیوں اور آزمائشوں کا زیادہ تر تعلق اسی بیت اللہ سے ہے۔ آیت ۱۲۵ میں ابرہیمؑ اور اسماعیلؑ کا بیت اللہ کی تطہیر سے تعلق واضح کیا گیا ہے، جبکہ آیت ۱۲۷ میں بیت اللہ کی تعمیر سے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ساتھ حضرت اسماعیل علیہما السلام کا ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کی تعمیر و تطہیر میں حضرت اسماعیلؑ کے کردار کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں البقرۃ ۱۲۸ اور الصافات ۱۰۳ میں واحد یا جمع کے بجائے تثنیہ کے صیغے 'مسلمین' اور 'اسلما' بھی قابل غور ہیں۔

آیت ۱۲۹ میں رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیل علیہما السلام سے تعلق ظاہر کیا گیا ہے۔ آیت ۱۳۰ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ ملت ابراہیمؑ کے اصلی وارث ہیں اور اس ملتِ ابراہیمؑ (یعنی رسالتِ محمدیؐ) سے اعراض کرنے والے بے وقوف ہی ہو سکتے ہیں۔ (ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ) آگے آیت ۱۴۲ میں ملتِ ابراہیمؑ کا مرکز خانہ کعبہ کو قرار دیے جانے اور اس بیت اللہ کے قبلہ مقرر کیے جانے پر اعتراض کرنے والوں کو کھلم کھلا 'السفھاء' (بے وقوف) کہا گیا ہے۔ اب اگر آیت ۱۴۲ میں 'السفھاء' کے لفظ کو آیت ۱۳۰ کے الفاظ

'الا من سفه نفسه' سے ملایا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی پر احتجاج کرنے والے ملتِ ابراہیمؑ سے منہ موڑ رہے ہیں۔

آیت ۱۲۸ سے لے کر ۱۳۶ تک سارے تعصّبات اور نسل پرستی کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے (اسلام) پر زور دیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہی اسلام ابراہیمؑ اور ان کی اولاد اسماعیلؑ واسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا دین تھا اور اسی کی وصیت انہوں نے اپنے اولاد کو کی تھی۔ یہ حضرات کبھی نسل پرستی اور تعصب کا شکار نہیں ہوئے۔ آیت ۱۳۶ میں مسلمانوں کو اس تعصب اور نسل پرستی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔' لانفرق بین احدِ من منهم' (البقرۃ ۱۳۶) میں یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی لطیف تعریض ہے کہ وہ تفریق بین الرسل میں مبتلا ہیں۔ آیت ۱۳۷ میں بتایا گیا ہے کہ اہل کتاب کے حق سے اعراض کی وجہ بے جا ضد و مخالفت (شقاق) ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شقاق کی بنیاد نسل پرستی اور گروہی تعصب پر تھی۔

آیت ۱۴۰ میں اہل کتاب کو اس بات پر سرزنش کی گئی ہے کہ وہ ابراہیمؑ اور ان کی ذریت کو یہود و نصاریٰ ثابت کرنے پر اصرار نہ کریں اور ان کی کتابوں میں (عندہ من اللہ) جو شہادت ہے، اس کو نہ چھپائیں۔ اگر آیت ۱۳۷ اور ۱۴۰ کو ماسبق سے جوڑا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس شقاق اور کتمان کا تعلق بیت اللہ اور حضرت محمد ﷺ کے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے ساتھ نسبت سے ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کتمان اور شقاق کی اصل نوعیت قرآن پاک سے نہیں، بلکہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے پاس جو کتاب الٰہی موجود ہے، اسی سے معلوم ہوگی۔

البقرۃ آیت ۱۴۲ سے آیت ۱۵۰ تک قبلہ کی تبدیلی اور اس پر یہود کا ردعمل زیر بحث ہے۔ واضح رہے کہ قبلہ کی تبدیلی اس بات کا علامتی اظہار تھا کہ اب امامت ناس، کتمان حق کے مرتکب یہود سے لے کر حضرت ابراہیمؑ کے اصل وارث حضرت محمد ﷺ کے پیروکاروں کو سونپی جانے والی ہے۔ اس لیے آیت ۱۴۲ کے فوراً بعد 'و کذلك جعلنا کم امة وسطاً' کے الفاظ سے مسلمانوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے اور ان کو بتایا جا رہا ہے کہ اب شہادت علی الناس کی ذمہ داری تمھارے کندھوں پر ڈالی جاتی ہے۔ آیت ۱۴۲ سے ۱۵۰ تک خانہ کعبہ کا ہی اصلی بیت اللہ ہونا مختلف پیرایوں میں جتایا گیا ہے۔ آیت ۱۴۴ میں بتایا گیا ہے کہ مسجد حرام کا بیت اللہ ہونا اہل کتاب کو اچھی طرح معلوم ہے، کیونکہ یہی حق ہے لیکن یہ اس حق کو چھپاتے ہیں۔ آیت ۱۴۵ میں رسول اللہ کو بتایا گیا ہے کہ خواہ آپ کوئی بھی نشانی، ثبوت یا حجت پیش کر دیں، اہل کتاب آپ کے قبلے کو حسد اور ضد کی وجہ سے قبول کرنے والے نہیں، حالانکہ خانہ کعبہ کا اصلی قبلہ اور بیت اللہ ہونا ان پر اس طرح واضح ہے جس طرح اپنے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (یعرفو نه کمایعرفون ابنآء هم) آیت ۱۴۶ کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ ان میں سے ایک گروہ اس حق (خانہ کعبہ کا بیت اللہ ہونا) کے بارے میں کتمان حق کا جانتے بوجھتے مرتکب ہو رہا ہے (وان فریقا منهم لیکتمون الحق وهم یعلمون) اس کے بعد اگلی آیت ۱۴۷ اور ۱۴۹ میں اس حکم کے خدا کی طرف سے حق ہونے کو تاکیداً دوبارہ جتایا گیا ہے۔

آیت ۱۵۵ میں مسلمانوں کو ہر قسم کی قربانیوں کے لیے تیار رہنے کا اشارہ دیا گیا ہے۔ آیت ۱۵۵ کے الفاظ 'لنبلونکم' (ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے) کو آیت ۱۲۴ کے الفاظ 'واذ ابتلیٰ ابراهیم ربه' (اور جب ابراہیم کو اس

کے رب نے آزمایا) سے ملائیے۔ وہاں ابراہیمؑ کو ان کی قربانیوں کے نتیجے کے طور پر امام الناس اور خانہ کعبہ کے لوگوں کے لیے مرجع ومرکز (مثابة للناس) بنائے جانے کی نوید سنائی گئی تھی، جبکہ یہاں قبلہ کی بازیابی کے لیے متوقع قربانیوں اور قتال کی طرف اشارہ ہے (آیت ۱۵۴ اور ۱۵۵) اور پھر اسی سلسلے میں صفا ومروہ (آیت ۱۵۸) کا ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ جل شانہ نے سب سے شدید تہدید صفا ومروہ کے بارے میں کتمان حق پر کی ہے اور ایسا کرنے والوں کو اللہ، فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔ (البقرة ۱۵۹ تا ۱۶۲) صفا ومروہ کا شعائر اللہ میں سے ہونے کو جتانا (آیت ۱۵۸) اور اس بات کی تردید کہ ان کا طواف کرنا گناہ ہے، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ صفا ومروہ کے بارے میں بہت ہی گھناؤنا کتمان حق ہوا ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ ان کا تعلق شعائر اللہ اور ابراہیمؑ سے کاٹ دیا جائے۔ آیت ۱۵۹ میں بتایا گیا ہے کہ اس سلسلے میں واضح نشانیاں (البینت و الهدیٰ) الکتاب یعنی توراۃ میں موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر بیان کیا ہے (بینه للناس فی الکتب)۔

انعام صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہودی نسل پرست ہیں۔ ان کی نسل پرستی کی بنیاد کیا ہے؟ دوسرے الفاظ میں ان کی نسل پرستی کا ظہور کس انداز میں ہوا ہے؟ وہ خود کو بنی ابراہیم کہلانا پسند کرتے ہیں یا بنی اسرائیل؟ انہوں نے ابراہیم سے ناتا توڑ کر اسحاق سے ناطہ جوڑ لیا اور یہی ''بنی اسحاق'' ان کے لیے قبول حق میں رکاوٹ بنا۔ ان کا یہی پندار ان کے ''بنی اسماعیل'' کے ساتھ بغض وحسد کا سبب بنا جس کے حوالے قرآن نے بار بار دیے ہیں۔ اسی پندار، غرور اور ''بنی سماعیل'' کے خلاف حسد نے ان کو ان تحریفات اور التباسات پر اکسایا جن کی قرآن نے مذمت کی ہے اور جن کو فراہیؒ نے تحقیق کر کے اور ان پر پڑی ہوئی دبیز تہوں کو جھاڑ کر دنیا کے سامنے آشکارا کر دیا ہے۔ (مولانا فراہی رحمہ اللہ کی اس کتاب کا انگریزی ترجمہ نادر عقیل انصاری صاحب نے کیا ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہو سکا۔ اس موضوع پر سلسلہ تحقیق کو 'المورد' کے فیلو جناب عبد الستار غوری نے آگے بڑھایا ہے اور اپنی کتاب ''The Only Son Sacrificed'' میں یہود کے کتمانِ حق کو مزید مبرہن کر دیا ہے۔) ان تحریفات والتباسات کا علم ہونے کے بعد قرآن کا مطالعہ کرنے والے پر قرآن کا یہ دعویٰ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہود حق کو حسد اور ضد کی وجہ سے قبول نہیں کر رہے تھے۔ ان حقائق کے بعد کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ذبیح کی بحث کا قرآنی آیات یا منشا کی تفہیم سے کوئی تعلق نہیں؟

(۲) انعام الرحمٰن صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بہتر سمجھا، وہاں اسماعیلؑ کا ذکر باقاعدہ نام لے کر کیا۔ مثلاً بیت اللہ کی تعمیر کے ذکر میں ان کا نام موجود ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ اگر قربانی کے واقعہ میں بھی ان کا نام شامل ہوتا تو معترضین کو پھبتی کسنے کا موقع ملتا کہ اسلام دعویٰ تو عالمگیریت کا کرتا ہے لیکن اصلاً اسماعیلی ہے۔ اس طرح اسحاق کا نام شامل ہوتا تو یہودیوں کا نسل پرستی کو مزید شہ ملتی۔''

انعام الرحمٰن صاحب کے اس تبصرے پر درج ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱۔ بیت اللہ کی تعمیر وتطہیر کے سلسلے میں (البقرة آیات ۱۲۵۔۱۲۷) میں اسماعیلؑ کے ذکر میں کیا حکمت ہے؟ کیا وہاں صرف ابراہیمؑ کا ذکر کافی نہیں تھا؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر کے سلسلے میں اسماعیلؑ کے ذکر پر تو یہود کو پھبتی

کسنے سے کوئی چیز مانع تھی لیکن اگر اللہ تعالیٰ قربانی کے واقعے میں اسماعیلؑ کا ذکر کر دیتے تو وہ فوراً پھبتیاں کسنے لگتے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ کعبے کے سلسلے میں اسماعیلؑ کا نام ذکر کرنے پر تو وہ اللہ تعالیٰ کو معاف کر دیتے لیکن قربانی کے معاملے میں معاف نہ کرتے؟

۲۔ کیا یہود کے قبلے کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے سے یہود کو پھبتی کسنے کا موقع نہ ملتا؟ اور اگر قرآن نے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کے مرکز ابراہیمی ہونے کے مسئلے کو پورے زور اور اصرار کے ساتھ چھیڑا ہے تو کیا اس سے اسلام کی عالمگیریت پر حرف نہیں آتا؟ اور جب اس پست ذہنیت کے ساتھ کیے جانے والے کتمان حق پر یہود کو ڈانٹ پلائی گئی تو کیا یہ داعی کے منصب جلیل سے اتر کر مدعی کی سطح پر اترنے کے مترادف تھا؟ اگر نہیں تو ایک مرد خدا نے اگر ہمت کر کے ذبیح کے حوالے سے یہود کے کتمان کے پردوں کو چاک اور ان کی تحریفات والتباسات کو بے نقاب کر دیا ہے تو اس پر یہ الزام کیوں دھرا جاتا ہے کہ وہ نسلی اور نفسیاتی عوارض کا شکار ہے، اس کی یہ تحقیق قرآنی منشا سے متصادم ہے اور اس سے اسلام کی عالمگیریت پر حرف آتا ہے؟

(۳) میاں صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن مجید اپنے آپ کو تبیاناً لکل شئی اور تفصیلاً لکل شئ قرار دیتا ہے جس میں ہر ضروری پہلو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔''

ہمارا سوال یہ ہے کہ قرآن نے اہل کتاب کے کتمان حق کی طرف صرف لطیف اشارات کر کے ان کی مکمل نوعیت کیوں بیان نہیں کی؟ کیا یہ قرآن کے تبیانا لکل شئی ہونے کے خلاف نہیں؟ انعام صاحب کی بات کو اگر ہم تھوڑا سا آگے بڑھائیں تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے آدم کو سکھائے گئے ناموں کی وضاحت کیوں نہیں کی؟ اللہ تعالیٰ نے تو 'الاسماء کلھا' کی نوعیت نہیں بتائی، لیکن انعام صاحب نے ان کی تشریح قرائن اور سیاق وسباق کی روشنی میں کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اگر اللہ نے ان ''الاسماء'' کو مشخص نہیں کیا تو پھر انعام صاحب کیوں ''الاسماء'' کو معلوم کرنے کی ''لایعنی بحث'' میں پڑے اور اس طرح قرآنی علمیات سے روگردانی کے مرتکب ہوئے؟ اصل بات یہ ہے کہ قرآن انتہائی بلیغ کتاب ہے اور وہ ہر چیز کو لازماً الفاظ کا جامہ نہیں پہناتی۔ اس میں بہت سی چیزوں کو قرائن، سیاق وسباق اور قرآن پر ایک مجموعی نظر ڈال کر کھولنا پڑتا ہے۔

(۴) اب ہم سورۃ الصفٰت کی متعلقہ آیات کے حوالے سے چند گزارشات پیش کریں گے۔

انعام صاحب لکھتے ہیں:

''قرائن یہی بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بیٹے کے بجائے باپ کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔''

یہ بات ایک حد تک درست ہے، لیکن اس سلسلے میں آیت ۱۰۳ میں واحد کے بجائے تثنیہ کا صیغہ 'اسلما' بھی قابل غور ہے۔ ''یہ کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ قربانی باپ اور بیٹے، دونوں سے مطلوب تھی اور اسی تقاضے کے جواب میں ان دونوں نے سر تسلیم خم کیا۔ جہاں تک خواب کا تعلق ہے تو وہ چونکہ ابراہیمؑ ہی نے دیکھا تھا، اس لیے خواب کے سچا کر دکھانے کا تعلق بھی انھی سے ہو سکتا تھا۔

انعام صاحب مزید لکھتے ہیں:

''کتنی عجیب بات ہے کہ ایسے 'مدبرین' محض ''اسرائیلیات'' کے بل بوتے پر (تاریخ ومعاشرت وکلچر کے بے جا اثبات کا شکار ہوکر) ایسا عملی وفکری رویہ پروان چڑھا رہے ہیں جس سے قرآنی علمیاتی منہاج اور قرآنی منشا پسِ پشت چلے گئے ہیں۔''

حقیقت یہ ہے کہ امام فراہی نے تحقیق کے یہ سارے پاپڑ قرآنی منشا ہی کو اجاگر کرنے کے لیے بیلے ہیں اور انھوں نے اس تحقیق کی بنیاد ہرگز ''اسرائیلیات'' کی بنیاد پر نہیں رکھی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہمارا ذاتی خیال ہے کہ اگر قرآن مجید میں ایسے روشن دلائل نہ ہوتے جو پوری تصریح کے ساتھ ذبیح کی شخصیت کو متعین کر رہے ہوتے تو یقیناً ہم اس باب میں سکوت کا مسلک اختیار کرتے اور ایک ایسی بات کو کریدنا پسند نہ کرتے جس کی تصریح سے قرآن نے سکوت اختیار کیا ہے۔''

(ذبیح کون ہے؟ شائع کردہ انجمن خدام القرآن۔ لاہور ۱۹۷۵ء، صفحہ ۴۰)

'ذبیح کون ہے' کی بحث میں مولانا فراہیؒ نے قرآن مجید سے استدلال کے لیے ایک پورا باب وقف کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے قرآن مجید سے تیرہ دلائل پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ایک دلیل حسب ذیل ہے:

سورۃ الصافات کے الفاظ 'فلما بلغ معه السعی' اور 'یبنی' کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ جو بیٹا قربان ہوا، وہ قربانی کے وقت کم سن تھا۔ سورۃ ہود کی آیت ۷۱ 'فبشرنها باسحاق و من ورآء اسحاق یعقوب' سے واضح ہوتا ہے کہ ابراہیم کو بیٹے (اسحاق) کی خوشخبری کے ساتھ ساتھ پوتے (یعقوبؑ) کی خوشخبری بھی دے دی گئی تھی۔ ظاہر بات ہے کہ ابوّت (fatherhood) کی صفت اسحاق کے ذبیح ہونے میں مانع ہے، کیونکہ ایک طرف اسحاق کی بشارت کے ساتھ ہی ان کے باپ بننے کی بشارت (پوتے کی بشارت) دے دینا اور دوسری طرف ابراہیم سے یہ کہنا کہ وہ انھیں قربانی کے لیے پیش کریں، ناقابل فہم بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک ایسے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم یا اشارہ کیسے فرما سکتے تھے جس کی نسل سے وہ ابراہیمؑ کو پوتا (یعقوب) عطا کرنے کا وعدہ فرما چکے تھے؟ علاوہ ازیں قربانی کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق کی بشارت کا الگ سے ذکر کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ''غلام حلیم'' سے مراد حضرت اسماعیلؑ ہیں، ورنہ آخر میں حضرت اسحاقؑ کا الگ سے ذکر کرنا بلاوجہ قرار پائے گا۔

مولانا فراہی نے اس بات پر بھی مفصل بحث کی ہے کہ قرآن نے ذبیح کو متشخص کیوں نہیں کیا۔ اس سلسلے میں ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

''تورات میں بکثرت دلائل اس بات کے موجود تھے کہ ذبیح اسماعیلؑ ہی ہو سکتے ہیں۔ وہی اکلوتے بیٹے ہیں۔ وہی اس دائمی برکت سے نوازے گئے جس میں سے تمام قومیں حصہ پانے والی تھیں۔ علاوہ ازیں دوسرے فضائل بھی ان کے بیان ہوئے تھے۔ نیز یہ امر بھی مخفی نہ تھا کہ یہود حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کے دشمن ہیں۔ ان حالات کی موجودگی میں بہتر یہی تھا کہ قرآن صرف انہی دلائل کے بیان پر اکتفا کرے جو ان کے دشمنوں کے پاس موجود ہیں اور خود اپنی طرف سے تصریح اس بارے میں نہ کرے۔

الفضل ماشهدت به الاعداء (اصلی شرف وہی ہے جس کی مخالف گواہی دے)
بالخصوص اس وقت تو اس شہادت کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے جب یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ دلائل یہود کی خواہش کے بالکل خلاف اور ان کی تحریف اور کتمان حق کی عام کوششوں کے علی الرغم بچ رہے۔‘‘

(ذبیح کون ہے؟، صفحہ ۵۶)

ان اقتباسات کی موجودگی میں مولانا فراہی پر ’’اسرائیلیات‘‘ سے خوشہ چینی کا الزام لگانا، ان کے ’’مدبر قرآن‘‘ ہونے پر پھبتیاں کسنا یا یہ کہنا کہ ’’محض اسرائیلیات کے بل بوتے پر‘‘ اسماعیلؑ کو ذبیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، صریح ناانصافی ہے۔

اس بحث سے اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ کہ آیا ہم مسلمانوں کو ’ذبیح کون ہے؟‘ کی بحث میں پڑنا چاہیے یا نہیں۔ اگر ہم اس بحث کو اس زاویے سے چھیڑیں کہ اسحاقؑ یا اسماعیلؑ میں سے کسی ایک کی برتری دوسرے پر ثابت کی جائے تو یہ ہرگز مستحسن نہیں، لیکن اگر بحث اس زاویے سے ہو کہ یہودیوں کے کتمان حق کا پردہ چاک کیا جائے یا اس کتمانِ حق کو صحیح طور پر سمجھا جائے تو پھر یہ بحث بہت اہم ہے۔ اس کے بغیر، جیسا کہ ہم نے واضح کیا، قرآن کی بہت سی آیات کی تفہیم بہت مشکل ہے۔

الشریعه

اسلامی ویب سائٹ

اردو زبان میں

اسلام کیا ہے؟	مضامین ومقالات
ماہنامہ الشریعہ	آپ نے پوچھا
اسلامی ویب سائٹس	ڈائریکٹری

www.alsharia.org